چاہیے کہ یہاں جلد از جلد اسلامی نظام کا نفاذ ہو۔ ظاہر بات ہے کہ اسلامی قانون کو اگر پوری نیک نیتی سے نافذ کر دیا جائے تو وہ اسی صورت میں نتیجہ خیز ثابت ہو گا کہ عوام کے قلوب و اذہان اس کے لیے آمادہ ہوں۔ تقسیم ملک کے وقت تو پوری قوم اس معاملے میں یکسو بھی اور اسلامی نظامِ حیات کو اپنی متاعِ گم گشتہ سمجھتے ہوئے اُس کی بازیابی کے لیے اپنے اندر گہری آرزو اور تڑپ رکھتی تھی مگر گذشتہ ۲۳ سالوں میں تخریب پسند قوتوں کو کھُل کھیلنے کے جو مواقع میسر آئے ہیں انھوں نے اس یکسوئی کو کافی صدمہ پہنچایا ہے اور اب قوم کے اندر متعدد ایسے عناصر بھی اُبھر آئے ہیں جو خود بھی ذہنی انتشار کا شکار ہیں اور قوم کو بھی اس انتشار میں مبتلا کرنے کے لیے ہر وقت تگ و دو کرتے رہتے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کی تخریبی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے کہ تقسیم ملک کے وقت قوم جس معاملے میں پوری طرح متفق اور متحد تھی اس کے بارے میں آج ذہنوں میں مختلف قسم کے شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں خصوصاً نوجوان نسل کے اندر تو اس کے تباہ کُن اثرات اتنے نمایاں ہیں کہ انھیں ہر شخص جو معمولی سی بصیرت بھی رکھتا ہے بآسانی دیکھ سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ نوجوانوں کے ذہنوں میں پھر سے ایمان کی شمع فروزاں کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ حکومت اس سلسلے میں جلد از جلد جو کچھ کر سکتی ہے اس میں سرِ فہرست اقدام یہ ہونا چاہیے کہ ملک کی ساری زبانوں اور بالخصوص بنگلہ زبان کے اندر دینی لٹریچر کی اشاعت وسیع پیمانے پر کی جائے اور اس غرض کے لیے نہایت سلیقے کے ساتھ ہمہ گیر منصوبہ بنایا جائے۔

جن گروہوں عناصر نے ملک کے اندر ذہنی انتشار اور افتراق کے بیج بوئے ہیں ان میں ایک مؤثر عنصر الحاد پسند ادیبوں اور شاعروں کا ہے۔ آپ اگر ان انتشار پسندوں کی سرگرمیوں کا ذرا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انھوں نے ادب کی وساطت سے نوخیز نسلوں کے ذہنوں کے اندر زہر بھرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو زبان میں ترقی پسند ادب کے نام پر جو تخلیقات کی گئی ہیں وہ اسلام سے انحراف اور روحانی و معاشرتی و اخلاقی اقدار کے خلاف بغاوت کی نہایت واضح طور پر عکاسی کرتی ہیں۔ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ ہم عوام کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں لیکن درحقیقت اس نئے ادب میں الحاد و زندقہ کا پرچار کیا جاتا ہے۔ دینِ حق کے ایک ایک اصول کے خلاف ذہنوں میں شکوک و شبہات کے کانٹے بوئے جاتے ہیں۔ یہ اس ملک کی خوش قسمتی ہے کہ ادب کے ان بزرجمہروں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا پیدا نہیں ہو سکا جسے ڈاکٹر اقبال، علامہ شبلی، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا ابوالکلام آزاد کے مقابلے میں کھڑا کیا جا سکے۔ ان بلند ہستیوں کے سامنے یہ سب باونے نظر آتے ہیں اور "ستائش باہمی" کی جو انجمنیں اور اجارہ داریاں انھوں نے قائم کر رکھی ہیں اُن کی خدمات سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے باوجود وہ کوئی ایک شخصیت بھی ایسی ابھار کر